11 P
2310
Urdu

20-1-04
Rep(s) (126)

1634
10121

राष्ट्रीय अभिलेखागार पुस्तकालय
NATIONAL ARCHIVES LIBRARY
भारत सरकार
Government of India
नई दिल्ली
New Delhi
आह्वानांक Call No.
अवाप्ति सं० Acc. No. 2310

IMPERIAL RECORD
RECEIVED
6 - JAN. 1931

"Dard-i-Watan" in Urdu (2 copies)
Govt. of Bombay

16

الله اکبر

وقت آپہنچا کہ برپا ہو نیا اک انقلاب

انقلاب ہم پر فدا اور ہم فدائے انقلاب

انقلاب اے انقلاب اے انقلاب اے انقلاب

8

دردِ وطن

کامریڈ عثمان حامد کوئٹہ والے نے مومن منزل
نیپیئر سٹریٹ کراچی سے شائع کیا

اور شیخ عبدالعزیز پرنٹر کے اہتمام سے
عباسی لیتھو آرٹ پریس کراچی میں چھپا

بار اول ۱۰۰۰ — ۱۹۳۰ء — قیمت ۰۱/

891.43
D9 245
NATIONAL ARCHIVES LIBRARY
No. 2310
Date 16.2.72
GOVT. OF INDIA

جنگِ آزادی اور مسلمانانِ ہند

برادرانِ اسلام! تمہارے واسطے اسوقت دو ہی راستے ہیں یا انگریزوں کی طرف ہو جاؤ یا آزادی کی جنگ میں شریک ہونیکا اعلان کر دو۔ دیکھو تمہارا مذہب انگریزوں کے مذہب سے جدا ہے۔ انگریزوں کا مذہب اور ہے اور تمہارا مذہب اور ہے۔ اسی طرح تم میں اور ہندوؤں میں بھی فرق ہے۔ تمہارا مذہب اور ہے اور ہندوؤں کا مذہب اور ہے۔ لیکن تمہاری قومیت اور ہندوؤں کی قومیت ایک ہے۔ وطن میں تم ہندوؤں کے شریک ہو۔ لیکن انگریزوں کی قومیت تمہاری قومیت سے علیحدہ ہے اور وہ تمہارا ہموطن بھی نہیں ہے۔ انگریز میں دو باتیں مغائر ہیں ہندوؤں میں صرف ایک بات۔ اسلئے اب تمہیں بتاؤ کہ تم حکومت سے ملسکتے ہو یا ہندوؤں سے انگریز اگر مسلمانوں کو کچھ دیسکتا ہے یا دینا چاہتا ہے تو بیشک انگریزوں سے مل جاؤ۔ لیکن اگر انگریز تمہاری پرواہ نہیں کرتا اور تمکو منہ نہیں لگاتا جیسا کہ سائمن کمیشن کی لعنتی رپورٹ سے صاف ظاہر ہے بلکہ انگریز تو خود چند دن کا مہمان ہے تو مسلمانوں کیلئے بجز اسکے اور کیا چارہ کار ہے کہ وہ ہندوؤں ہی سے ملجائیں۔ کیا مسلمان دو چکی کے پاٹ کے نیچے نہیں ہیں کیا مسلمان بارہا یہ نہیں کہا کرتے کہ ہم دو پاٹوں میں

پس رہے ہیں اب اگر ایک بڑے پاٹ کے ہٹنے کا وقت قریب آگیا ہے تو تم کیوں نہیں ہمت کر کے اسے گرا دیتے۔ تاکہ تمہارے سر پر ایک ہی پاٹ رہجائے۔ ایک طرف تو تم انگریز کی شکایت کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کی شکایت بھی کرتے ہو اور کہتے ہو کہ صاحب دونوں ہمارا خون چوس رہے ہیں۔ لیکن اگر تم سے کہا جاتا ہے کہ آؤ ملکر ایک خون چوسنے والے کا منہ بند کردیں تو کہتے ہو کہ ہندو راج قایم ہو جائیگا۔ اچھا مان لو اگر ہندو راج قایم ہو جائیگا تب بھی تو ایک ہی راج قایم ہوگا۔ دو راجوں کی غلامی سے تو یقیناً ایک راج بہتر ہوگا۔ ایک راج قایم ہو جانیکے بعد ہمارے ملک کی پیداوار غیر ممالک کو نہیں جایا کریگی جسطرح آج جارہی ہے۔ ہم اپنی ملکی ضروریات کو خود اپنے ملک میں پیدا کرینگے۔ ہمارے کارخانوں پر کسی قسم کی پابندی نہ ہوگی تو پھر یقیناً وہ کروڑہا ہندوستانی جو بدقسمتی سے فاقہ کشی کر رہے ہیں سب کے سب خوشحال ہو جائینگے اور ہندوستان کی دولت ہندوستان میں ہی رہیگی۔ راج سکھ کرے یا ہندو مسلمان کرے یا پارسی لیکن وہ پردیسی راج سے ہزار درجہ بہتر ہوگا ہندوستان نے جو آزادی کی جنگ شروع کی ہے۔ اب دو باتوں سے خالی نہیں۔ یا انگریز کو شکست ہوگی یا ہندوستان کو اگر انگریز کو شکست ہوگئی تب تو خیر لیکن خدا نہ کرے اگر ہندوستان کو شکست ہوگئی تو اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ

پھر اس ملک میں صدیوں آزادی کا نام نہ لیا جائیگا اور اسکے بعد جو مصیبت اس
ملک پر نازل ہوگی خواہ وہ ٹیکسوں کی صورت میں ہو یا ظالمانہ قوانین کے رنگ میں
بہرحال اس سے کوئی بھی نہ بچ سکیگا خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان۔ بلکہ سب سے زیادہ
تکلیف تو اُنہی سرمایہ داروں کو ہوگی جو گورنمنٹ کے بڑے وفادار بنے پھرتے
ہیں اور لوگوں کو غلط فہمی میں مبتلا کرکے گورنمنٹ کے ہاتھوں کو مضبوط کر رہے ہیں
یقیناً یہی لوگ قوم اور وطن کے بڑے غدار ہیں خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان
عزیزو! ملک میں آگ لگ چکی ہے اب جو لوگ مردانہ وار میدان میں آئینگے
اُنہیں بھی سینک پہنچیگی اور جو لوگ بزدل بنکر گھروں میں بیٹھے رہینگے انہیں
بھی سینک پہنچیگی۔ مثل مشہور ہے کہ جب جنگل میں آگ لگتی ہے تو سوکھی
لکڑی کے ساتھ گیلی بھی جل جاتی ہے لہذا تحریک کا اثر تمام ہندوستان پر
پڑیگا جس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ آج جو شخص اس جنگ آزادی میں شریک
نہیں ہوتا اور اپنی عدم شرکت کیوجہ سے سرکار کو فائدہ پہنچا رہا ہے
اس سے بڑھکر اور کون سرکاری آدمی ہو سکتا ہے آج جو شخص اس جنگ میں
شریک نہیں ہے یا کسی کو اس جنگ کی شرکت سے روکتا ہے یقین کیجیے
کہ وہ گورنمنٹ کی بہت بڑی خدمت انجام دے رہا ہے کسی شخص کی عدم شرکت

کے اسباب خواہ کچھ بھی ہوں ۔ کم از کم آپ یہ بھی تسلیم کر لیجئے کہ اسکی عدم شرکت کا سب سے بڑا سبب اُسکی بُزدلی اور اُسکے قلب کی کمزوری ہے لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اسکی عدم شرکت یقیناً گورمنٹ کیلئے نافع اور مفید ہے جو شخص کسی کو جنگ آزادی کی شرکت سے روکتا ہے تو یقیناً وہ گورمنٹ کو فائدہ پہنچا رہا ہے خواہ اسکی نیت کچھ بھی ہو ۔ لیکن نتیجہ کے اعتبار سے اسکی عدم شرکت گورمنٹ کی کُھلی ہوئی امداد اور ابنائے وطن کے ساتھ صریح غداری ہے اسلئے ایسے شخص کو سرکاری بتانا یا سرکاری آدمی کہنا کچھ غلط اور بیجا نہیں ہے ۔ کیا عافیت پسند مسلمانوں سے کوئی شخص یہ پوچھ سکتا ہے کہ کیا یہ ملک مسلمانوں کا نہیں ہے ۔ کیا اس ملک کو انگریزوں نے مسلمانوں سے نہیں چھینا ہے ۔ کیا مسلمان آزادی کے خواہشمند نہیں ہیں ۔ کیا وہ ہندوؤں سے زیادہ بہادر نہیں ہیں ۔ کیا انہوں نے پچھلے دنوں قربانیوں میں کچھ کمزوری دکھائی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ یہ عافیت پسند حضرات حقوق کے پردہ میں ہندو راج کا خوف دلا کر مسلمانوں کو نہ صرف بزدلی کی طرف لیجا رہے ہیں بلکہ مسلمانوں کی آئندہ آنیوالی نسلوں کیلئے ایک لعنتی خطاب خرید رہے ہیں ہندو انگریزوں کے سہارے پر مسلمانوں کو پیٹ سکتا ہے ۔ مسجدوں کے سامنے

باجا بجا سکتا ہے۔ اذان کے وقت آرتی کرسکتا ہے۔ مقدمہ بازی میں مسلمانوں کو شکست دے سکتا ہے۔ حکومت کی امداد سے مسلمانوں کو نیچا دکھا دینا کوئی بڑی بہادری نہیں ہے۔ مگر مسلمانوں کے بغیر حکومت سے ٹکرانا اور انگریزوں سے ملک کو آزاد کرانا یہ بہت بڑا مشکل کام ہے اگر مسلمان پوری گرمجوشی کے ساتھ اس جنگ میں شریک ہو جائیں اور اسکے بعد بھی فتح ہو جائے تو یہ بہت بڑی فتح ہوگی چہ جائیکہ مسلمانوں کے بغیر ہندوستان کا میدان سر ہو جائے یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ آخر یہ حقوقی مسلمان کیا چاہتے ہیں یہی چاہتے ہیں کہ ہندو ہمسے کوئی معاہدہ کرے لیکن اگر ہمنے ہندوں کو مجبور کرکے انسے کوئی معاہدہ کرا بھی لیا تو کیا یہ کوئی پائدار معاہدہ ہوگا۔ اور کیا یہ مجبوری کا معاہدہ آیندہ قایم رہیگا۔ اور کیا یہ مسلمانوں کے اخلاق کی کوئی عمدہ مثال ہوگی مسلمانوں کے حقوق تو صرف انکے قوت بازو میں پوشیدہ ہیں دیکھو اگر آج ہندو کچلا گیا تو کل ہماری بھی خیر نہیں ہے۔ ہمنے جس حکومت کو دوست سمجھا ہے وہ ہماری دوست نہیں ہے۔ ہندوستان کیلئے یہ کسطرح ممکن ہے کہ یہاں کی ایک قوم کو اجنبی اور پردیسی حکومت کچلتی رہے اور دوسری قوم تماشا ہی کے فرائض انجام دے

مسلمانو تمہارے لئے صرف وہی راستے ہیں

یا انگریز کی غلامی کا عہد لو یا جنگ آزادی کے سپاہی بنجاؤ — انقلاب زندہ باد

دیکھئے کل تک تو ہندو کہتے تھے کہ یہاں اسلامی راج قایم ہو جائیگا لیکن آج ہم کہہ رہے ہیں کہ یہاں ہندو راج قایم ہو جائیگا۔ مسلمانوں تمہیں ایمان سے بتاؤ کہ کیا یہاں ہندو راج قایم ہو سکتا ہے۔ کیا افغانستان کے مسلمان سب مر جائینگے۔ کیا سرحد کی ۹۵ فیصدی آبادی کو سانپ سونگھ جائیگا۔ کیا پنجاب کے ۵۶ فیصدی مسلمان نامرد ہو جائینگے۔ کیا سندھ کے ۷۳ فیصدی مسلمان ختم ہو جائینگے۔ کیا بلوچستان کے ۹۲ فی صدی مسلمان ہجرت کر جائینگے۔ کیا بنگال کے ۵۴ فیصدی مسلمان کہیں چلے جائینگے۔ اگر ان سب باتوں کا جواب نفی میں ہے تو ہندو راج کے معنی ہماری سمجھ میں نہیں آتے۔ ایک قوم جو علم میں ہم سے آگے ہے، روپیہ اسکے پاس ہم سے زیادہ ہے وہ اب سیاست میں بھی ہم سے آگے نکل رہی ہے اور ہم ہیں کہ بیٹھے بیٹھے تماشا دیکھ رہے ہیں مسلمانوں! انگریز نے تو ہمیں اس قابل ہی نہیں رکھا کہ ہم اسکی مدد کریں اگر انگریز مسلمانوں کی پرورش کرتا تو آج وہ اس کمبخت کے کام تو آتے لیکن مسلمان تو اس قابل بھی نہیں ہیں کہ انگریز کی کوئی خدمت کو انجام دیسکیں ۱۸۵۷ء کے بعد سے لیکر اب تک انگریزوں نے مسلمانوں کو کچلا۔ ہمیشہ ہندوؤں کی حمایت کی ہندؤں کو

بڑھایا۔ اور اکثریت کی دلجوئی کرتا رہا اگر ہمیں یقین ہوتا کہ وہ اکثریت پرست ہے
تو ہم اسپر بھی صبر کر لیتے۔ ہندوستان کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہاں
ہندو اکثریت ہے۔ اسلئے انگریز ہندوؤں کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہے
لیکن یہ تو بتاؤ کہ فلسطین جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں انگریزوں کا
مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک ہے، کیا عربوں کو پھانسیاں نہیں دی جا رہی ہیں
کیا یہودی اقلیت کی حمایت نہیں کی جا رہی ہے کیا اعلان بالفور مسلمانوں کے
جگر میں زخم نہیں ہے۔ انگریزوں کا یہ طرز عمل ہے جسنے مسلمانوں کا دل
کھٹا کر دیا ہے۔ اور اب وہ اسکے لئے ہرگز تیار نہیں ہو سکتے کہ ایک ایسی جماعت
کا ساتھ دیں جو مسلمانوں کو تباہ کرنے میں ضرب المثل ہو چکی ہے۔ ہندو کتنا ہی
بڑا سہی لیکن ہندو کا ہاتھ جزیرۃ العرب تک نہیں پہنچ سکتا ہندو موصل کے
تیل پر قبضہ نہیں کر سکتے۔ ہندو بغداد شریف نجف اشرف و کربلائے معلا پر
اپنا جھنڈا نہیں لہرا سکتے۔ ہندوؤں کے ہوائی جہاز روضہ رسول اللہ صلعم پر
بم نہیں گرا سکتے۔ ہندو مصر پر قبضہ نہیں کر سکتے۔ ہندو افریقہ کی اسلامی
ریاستوں کو غلام نہیں بنا سکتے۔ ہندو ترکوں کے مقابلہ پر اناطولیہ کے میدانوں
میں یونان کو خفیہ مدد نہیں پہنچا سکتے۔ ہندوؤں کے جنگی جہاز ایرانی بندرگاہوں

کو دھمکی نہیں دے سکتے۔ ہندو یاغستان کے غیور باشندوں پر بم باری نہیں کر سکتے۔
ہندوؤں میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ ترکی کی طرف آنکھ بھر کر دیکھ سکے اور افغانستان
کا تو مقابلہ ہی کیا کر سکتا ہے۔ گاڑی کے اگر ایک ڈبے میں پٹھان بیٹھا ہوا ہوتا ہے
تو لالہ جی اس ڈبہ کے پاس بھی نہیں جاتے چہ جائیکہ افغانستان پر حکومت کریں
ہندو تو کوہ ہمالیہ سے پرے کی دنیا ہی نہیں جانتا اسکی دوڑ تو ہندوستان کی
چہار دیواری ہی میں ہے۔

عالمِ اسلام کو نقصان پہنچانیوالا انگریز اور فقط انگریز ہے

پتہ نہیں آج ہندوؤں کا خوف اسقدر کیوں غالب ہو گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہندو
بڑا ظالم ہے فرض کرو یہ صحیح ہے لیکن انگریز کونسا رحم دل ہے ۱۸۵۷ء میں
انگریزوں نے کیا کیا۔ اور اب تہذیب و شائستگی کے زمانہ میں امرتسر میں کیا کیا
موپلا قوم کے بہتر غیور مسلمانوں کو ایک ڈبہ میں کسطرح محبوس کر کے مرنے پر
مجبور کیا۔ ایک ناپاک کتے کی خاطر مسلمانان بمبئی پر اپنی فوج سے گولی چلوائی
گئی۔ صوبہ سرحد کے غیور مسلمانوں پر آئے دن کس بے دردی کے ساتھ بم باری
ہو رہی ہے۔ سینکڑوں کی تعداد میں ہمارے بڑے بڑے علماء و سیاسی لیڈر
بلکہ ہزاروں فرزندانِ توحید کے آج بھی جیلخانوں میں موجود ہیں۔ گذشتہ تین مہینے

کے اندر مختلف مقامات پر سیکڑوں مسلمان شہید ہو چکے ہیں اور زخمیوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی ہے ہندو مظالم کی داستانوں کے ساتھ ساتھ اِن فسانوں کا تذکرہ بھی تو کیا کرو ہندو مظالم کا رقبہ تو صرف ہندوستان کی سرزمین تک محدود ہے لیکن حکومت برطانیہ کے مظالم کے آثار تو اسلامی قلب و جگر میں نمایاں ہیں۔ لہٰذا کوئی مسلمان اس بات کی تردید نہیں کر سکتا کہ "اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن انگریز اور انگریزی حکومت ہی" اگر مسلمان من حیث القوم اس سے علیحدہ رہتے تو جو لوگ مسلمانوں کو اس تحریک میں شرکت کرنے سے روکتے ہیں حق بجانب کہلاتے اور پھر اگر کوئی مسلمان اس تحریک میں حصہ لیتا تو ضرور قومی مجرم کہلاتا۔ لیکن اب جبکہ خود مسلمانوں میں ایک بہت بڑے فریق کو آزادی کا چسکا لگ چکا ہے صوبہ سرحد پنجاب اور بنگال کے مسلمان نہ صرف اس جنگ میں کود پڑے ہے بلکہ انہوں نے وہ شاندار قربانی دی جو ہندوستان کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی جائیگی۔ ان سرفروش مجاہدین کی قربانیوں نے نہ صرف اسوقت مسلمانوں کی لاج رکھ لی بلکہ ہماری آیندہ آنیوالی نسلوں کو ہمیشہ کیلئے ایک بدنما داغ سے بچالیا پھر جمعیت العلماء ہند کے اعلان حق نے تو وہ کام کیا

جیسے سونے پر سہاگہ لیکن یہ کسقدر شرم کی بات ہے کہ جس جمعیت العلماء ہند کے
ہر حکم کو ہم برسوں سے مانتے چلے آئے ہیں حتیٰ کہ ساردا بل کی جنگ بھی جمعیت کے
ماتحت لڑی گئی مگر آج اسکی مخالفت کی جاتی ہے اور دلیل یہ دی جاتی ہے
کہ جمعیت میں دو پارٹیاں ہوگئی ہیں دوسری پارٹی سے مراد وہ بتیس ۳۲ خطاب یافتہ
علماء ہیں جنہوں نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جدا بنائی ہے اور علی برادران بھی
انہی میں شامل ہیں۔ دنیا کی ہر بات کا فیصلہ اکثریت پر ہوا کرتا ہے کہاں سینکڑوں
اور ہزاروں کی تعداد کجا بتیس افراد یہ عجیب ایمانداری ہے ایمان کا سب سے کم درجہ
تو یہ ہے کہ اگر بھلائی نہیں کر سکتے تو برائی نہ کرو خاموش گھروں میں آرام کرو
مگر دلسے ہمدردی رکھو پروانوں کو نہ چھیڑو اور مزے سے زندگی بسر کرو
خدا کی شان جو لوگ کبھی بھی کسی قومی تحریک میں شریک نہیں ہوئے وہ آج
کشکول سیاست گلے میں ڈالکر مسلمانوں کی رہنمائی کا دعویٰ کر رہے ہیں حالانکہ
میدان سیاست میں انکی پوزیشن طفل مکتب سے زیادہ نہیں ہے۔

علی برادران اور انکی جماعت اب وہ جماعت نہیں رہی جو کسی زمانہ میں تھی
۱۹۲۰ء کی علی برادرس پارٹی کچھ اور تھی اور آج کی علی برادرس پارٹی کچھ اور ہے
اسوقت علی برادرس پارٹی میں بڑے بڑے علماء وسرفروش لیڈر تھے لیکن

آج انکی پارٹی میں احرار تو کوئی خال خال نظر آتا ہے اور وہ بھی تھکا ماندہ باقی تمام سرکار پرست خطاب یافتہ سر و خان بہادروں کے سوا اور کوئی نظر نہیں آتا آجکل یہ لوگ تنظیم تنظیم کی رٹ لگا رہے ہیں تنظیم بیشک ایک اچھی چیز ہے مسلمانوں کو اسکی ضرورت ہے لیکن یہ لوگ اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ دَور حاضر میں شاید مسلمانوں کے اندر تنظیم۔ تعمیر ملت، اور اتحاد پر کبھی تقریر و تحریر کی اتنی قوت صرف نہ کی گئی ہوگی جتنی کہ پچھلے پانچ سات سال میں، اور شاید اس ملک میں ہماری پوری تاریخ کا کوئی زمانہ ایسا نہ بتایا جا سکے جب انتشار۔ تخریب اور نفاق کی قوتیں اس سے زیادہ قوی ہوں جتنی کہ اس زمانہ میں رہی ہیں تفصیلات کو چھوڑ کر کہ انکے ذکر اور خیال سے کلیجہ مُنہ کو آتا ہے یہ حقیقت کسی بھی صاحب بصیرت سے پوشیدہ نہیں ہوگی۔ اسوقت یہ لوگ کہاں تھے، اسوقت ڈاکٹر کچلو پہلا مسلمان لیڈر تھا جسنے تنظیم کی آواز اٹھائی اور ایک مکمل پروگرام مسلمانوں کے سامنے پیش کیا۔ لیکن نتیجہ کیا نکلا تو ڈی تو اسوقت بلوں میں گھسے ہوئے تھے مگر یہ علی برادران اور انکی ہی پارٹی تھی جسنے تنظیم کی شدید مخالفت کی اور کہنے لگے کہ ڈاکٹر کچلو بڑا لیڈر بننا چاہتا ہے۔ کچلو بیچارے نے اخبار تنظیم جاری کیا ملک کے گوشے گوشے میں دَورے کر کے سال بھر چیختا چلاتا پھرا لیکن انہی

حضرات کی مخالفت کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکا اور جوش تنظیم میں اپنی جیب سے ۷۵ ہزار روپیہ صرف کرکے خاموش ہوگیا۔ تنظیم حقوق اور گول میز کانفرنس میں نمایندگی ان مقاصد کی تکمیل کیلئے علی برادرس پارٹی کے پاس بجز پچاس لاکھ ممبروں اور پچاس ہزار رضاکاروں اور پچاس لاکھ روپیہ کے اور کوئی پروگرام نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آیندہ اکتوبر تک مسلمان یہ سب تیاری کرلینگے۔ اور ہندوؤں کی طرح منظم ہوکر گول میز کانفرنس میں شریک ہونگے اور اگر کانفرنس نے ہمکو ہندوستان میں سرحد پر فلسطین میں عراق میں۔ اور مصر میں آزادی نہیں دی تو پھر ہم بھی نبرد آزما ہونگے اور سرحد کو اپنا مورچہ بنائینگے اور اس سرحد سے لیکر جنوبی سرحد تک ہندوستان کو آزاد کرا لینگے (اللہ اکبر) کتنی صفائی کے ساتھ ہندوستان اور جزیرۃ العرب دونوں آزاد ہوگئے۔ نہ کہیں جیل کی مصیبت آئی نہ کہیں پولیس سے تصادم ہوا نہ کہیں بغاوت کا مقدمہ چلا نہ کہیں فوجیوں کو گولی چلانیکی ضرورت محسوس ہوئی لیکن یہاں پہنچ کر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا گول میز کانفرنس سے ہندوستان۔ جزیرۃ العرب فلسطین۔ مصر۔ سب کی آزادی کا ملجانا ممکن ہے۔ یقیناً نہ اسکا امکان ہے اور نہ ایسا ہوگا۔

پھر اکتوبر بھی سر پر آگیا اب بغیر تیاری کے جنگ کسطرح شروع کرینگے اور وہ

ہوائی جہاز کہاں سے آئینگے جنپر "رئیس الٹوڈیان" اپنے چند ماہ کے منظم رفقاء کو لیکر مشق طیران فرماتے ہوئے بلا مزاحمت سرحد پر پہنچکر وہ مورچہ بنائینگے جسکا نتیجہ نہ صرف ہندوستان کی آزادی کی صورت میں ظاہر ہوگا بلکہ جزیرۃ العرب بھی آزاد ہو جائیگا۔ اور تاریخ دنیا میں اسکی مثال سیاسیات کے مطالعہ کرنیوالوں کو نہ ملیگی۔ علی برادرس پارٹی اپنی خود غرضیوں اور خود پرستیوں پر حقوق المسلمین کے لاکھ پردے ڈالے مگر یہ ناگوار حقیقت نہ چھپیگی اور اس بد نصیب جماعت کا وہی حشر ہوگا۔ جو ہر اس مجموعہ کا ہوتا ہے جسکے اجزا میں خودسری پیدا ہو کر اسکے ذرہ ذرہ کو منتشر کر دیتی ہے اور پھر ہوا کا ہر ہلکا سا جھونکا ان ذروں کو جدھر چاہتا ہے اڑائے پھرتا ہے۔ ان لوگوں کو غالباً یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ اب انکی گذشتہ عظمت و بزرگی کا راگ دوسروں کو مسحور نہیں کرسکتا اور نہ یہ چیز قوم پر اثر ڈال سکتی ہے۔ یہ لوگ عیش و عشرت کی زندگی بسر کر سکتے ہیں پرخوری اور آرام طلبی کر سکتے ہیں۔ ایام گذشتہ کی اترن پہن سکتے ہیں مگر وہ دنیا میں بڑائی کے لئے نہیں پیدا ہوئے ہیں۔ کمزور لوگ زمانہ کو برا بھلا کہتے ہیں بات یہ ہے کہ وہ اپنی بے بسی کو مخالفت کی شکل دیتے ہیں افسوس یہ لوگ اپنی لیڈری کی شان کو برقرار رکھنے کیلئے قوم اور وطن کے خلاف ناجائز حرکتیں

کر رہے ہیں۔ مگر انہیں معلوم ہو جانا چاہئے کہ وہ زمانہ گیا جب لیڈری پھولونکی سیج ہوا کرتی تھی۔ آج لیڈری کانٹونکا تاج ہے۔

کہا جاتا ہے کہ مسلمانونکی حالت افسوسناک ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ انکی یہ قابل افسوس حالت کیوں ہے۔ کیا غیر قومونکی مخالفت سے ہے یا اپنی کسی کمزوری سے! مگر غیر قومونکی مخالفت بھی اسوقت موثر ہوتی ہے جب اپنے میں کمزوری ہوتی ہے۔ جب مسلمان ہندوستان میں آئے تو انکی تعداد غالباً سات ہزار بھی نہ ہوگی مگر وہ تمام ملک پر بھاری تھے۔ آج تعداد میں اسوقت سے دس ہزار گنا ہیں مگر اپنی ذات پر اتنا بھروسہ بھی نہیں جتنا ایک لاکھ پارسیوں یا چند لاکھ سکھوں کو ہے۔ مسلمانوں کو زیادہ تر اپنی کمی تعداد کا رونا ہے اور اسی لئے وہ اپنے لئے خاص حقوق کے طالب رہتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ جن صوبوں میں اُنکی اکثریت ہے وہاں اُنکے حقوق کسنے چھین لئے اور کیوں چھین لئے اور انہوں نے کیوں چھین نے دیئے اور حقوق ملجانے پر اس امر کا کیا اطمینان ہے کہ وہ آئیندہ بھی نہ چھن جائینگے۔ انہیں امید ہے کہ وہ ابھی حقوق دلانے میں گورنمنٹ اُنکی امداد کریگی۔ مگر سوال یہ ہے کہ جب اس گورنمنٹ کا تسلط ہوا تو کیا اسوقت تمام عہدوں پر تمام زمینداریوں پر زیادہ تر مسلمان ہی قابض نہ تھے اسوقت

گورمنٹ کی قوت شخصی رنگ لئے ہوئے تھی اسکے اعلیٰ حکام کو بڑے بڑے اختیارات حاصل تھے اس زمانہ میں وہ مسلمانوں کو انکی حیثیت پر قایم نہ رکھ سکی تو آج جبکہ جمہوریت کا دور دورہ ہے کونسلوں اور اسمبلی کی اکثریت شخصی اختیارات کے نفاذ میں بڑی حد تک حائل ہے۔ اس امر کی کیا امید ہو سکتی ہے کہ گرتے ہوئے مسلمانوں کو وہ اُبھار سکیگی اور انہیں انکے واجبی حقوق دیکر انکا وجود اس ملک میں مضبوط و مستحکم کر دیگی مسلمان اگر اس ملک میں اپنا وجود قایم رکھنا چاہتے ہیں تو انکے لئے کوئی راستہ بجز اسکے نہیں ہے کہ وہ جنگ آزادی میں شریک ہو کر قوم میں قربانی کے جذبات پیدا کریں نیز دولت پیدا کرنا سیکھیں۔ دولت پیدا کرنیکی دو صورتیں ہیں۔ ایک آمدنی بڑھانا دوسرے اخراجات گھٹانا۔ ان دونوں طریقوں کا مظاہرہ برادران وطن مدتوں سے کر رہے تھے۔ یعنی یہ کہ انکے افراد ایک طرف تو کاروبار اور تجارت سے روپیہ بڑھاتے تھے اور دوسری طرف باوجود زیادتی دولت کے حد درجہ کی سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ مگر اب مہاتما گاندھی کی تحریک نے انکے قدموں کو اور زیادہ تیز کر دیا ہے۔ مثلاً یہ کہ کھدر کے کپڑوں کے استعمال اور ترک منشیات نے بڑے سے بڑے دولتمندوں کے اخراجات کو گھٹا کر ایک ادنیٰ فرد قوم کی سطح پر پہنچا دیا ہے اب کانفرنسوں اور جلسوں میں

بازاروں میں اور سڑکوں پر اس بات کا پتہ ہی نہیں چلتا کہ امیر کون
کوڑپتی کون لکھپتی اور کون مفلس و قلاش ہے نہ صرف سب کے سب کھدر پہنتے ہیں
بلکہ جوتے بھی معمولی سے استعمال کرتے ہیں اور گھروں کو بھی انہوں نے پہلے سے
زیادہ سادہ کر دیا ہے اس انقلاب حالات سے ہمیں سبق سیکھنا چاہئے بالخصوص
ایسی حالت میں جبکہ مسلمانوں میں اسراف اور عیش پرستی بمقابلہ پہلے کے زیادہ
ہو رہی ہے جہاں تک ہمنے دیکھا ہے ذی حیثیت مسلمانوں کی حالت غربا سے بھی
بدتر ہے اور انہیں غربا سے کہیں زیادہ بزدلی ہے غربا کو تو بھوکا رہنے کی عادت
ہے اسلئے کوئی موقع آجائے تو وہ جانبازی کر سکتے ہیں کیونکہ انہیں تکلیف
اٹھانا اور مصائب برداشت کرنا سہل ہے مگر امراء جو عیش پرستی کے عادی
ہیں ذرا سی بھی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے اسلئے پست ہمت ہو کر بیٹھ جاتے
ہیں پس اگر مسلمانوں کو اپنا قومی وجود اس ملک میں قایم رکھنا ہے تو انہیں
اپنی آیندہ نسلوں کی بقاء کیلئے انتہائی سادگی۔ کفایت شعاری اور جفاکشی
اختیار کرنی چاہئے۔ برادران وطن اگر کھدر کا استعمال کرتے ہیں تو مسلمانوں کو
بھی تہیہ کر لینا چاہئے کہ بازار میں جو کھدر سستا اور مضبوط ہوگا اسے وہ استعمال
کرینگے۔ مسلمان ہندوؤں سے کتنے ہی ناراض سہی مگر یہ تو مسلمانوں کیلئے

ناممکن ہے کہ وہ ہندوؤں پر تشدد ہوتا ہوا دیکھیں اور خاموش رہیں۔

بھائیو! انگریز کا کیا ہے آج ہے کل نہ ہوگا۔ پردیسی کا اعتبار کیا۔ جب ان روپیہ بند ہوا اور یہ اپنا بوریا بندھنا اٹھا کے چلتے ہوئے۔ مگر ہندو کے ساتھ ہمیں زندگی بسر کرنا ہے کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ایک اجنبی حکومت کی خاطر ہم ہندوؤں سے ہمیشہ کی دشمنی مول لے لیں اور ہماری نسلوں کو یہ کہکر طعنہ دیا جائے کہ جب ہندو آزادی کیلئے لڑ رہا تھا تو مسلمان اوسکے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرتا تھا۔ برادران اسلام انگریزوں کی خاطر ہندوستانی قوموں میں عداوت کا بیج بونا اچھی بات نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہندوؤں سے مسلمانوں کا دل دُکھا ہوا ہے شُدھی اور سنگھٹن کے زخم تازہ ہیں فرقہ وارانہ لڑائیوں میں ہندو قوم نے بدترین ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے لیکن یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جب کوئی ملک ترقی کرتا ہے تو یہی ہوتا ہے۔ جو کل ہو چکا ہے وہ کل پھر ہوگا انگریز سے جنگ ختم ہونیکے بعد شاید پھر ہندو مسلمان آپسمیں لڑ پڑیں یہ تو ہوتا ہی رہیگا۔ کیا سوراج کے زمانہ میں لڑائیاں نہ ہونگی۔ لڑائیاں بھی ہونگی اور صلح بھی ہوگی کیا آزاد ملکوں کے لوگ آپسمیں نہیں لڑتے ہیں قرن اول سے لیکر آج دن تک ہزاروں لڑائیاں مسلمان آپسمیں لڑ چکے ہیں اور اگر مقتولین کا اندازہ لگایا جائے تو معاملہ کروڑوں تک پہنچ جائیگا قرن اول میں تو بعض جنگیں ایسی

ہوئی ہیں جسمیں دونوں طرف بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ تھے اور ہم بحیثیت ایک مسلمان ہونیکے کسی کو بُرا نہیں کہہ سکتے ابھی کل کی بات ہے افغانستان کو دیکھئے آزاد ملک تھا ایک قوم تھی ایک ہی مذہب تھا پھر بھی آپسمیں لڑ پڑے اور ایسے لڑے کہ تباہ و برباد ہو گئے اگر انکی لڑائی کسی ہمسایہ سلطنت سے ہو جاتی تو اسقدر نقصان نہ ہوتا جتنا کہ خانہ جنگی میں ہوا۔ ہندو کی ذہنیت خراب سہی، وہ تنگ دل ہے۔ لیکن سوراج کے زمانہ میں یہ ذہنیت یقیناً تبدیل ہو جائیگی۔ حقوق کا تصفیہ بیشک اچھی چیز ہے لیکن اصل تصفیہ تو قوت ہی کرائیگی؟ ہندو ہمارے حقوق کا تصفیہ نہیں کر سکتے ہمارے حقوق کا تصفیہ تو پنجاب اور سرحد کے ہاتھ میں ہے۔ مسلمانوں کے حقوق کا تصفیہ ہندوؤں کے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ ہمارے حقوق کا تصفیہ دریائے ہُگلی کی موجوں اور دریائے اٹک کی لہروں میں مضمر ہے۔

ناظرین! ہندوستان کی آزادی کیلئے نہ صرف ہندوستانی بیقرار ہیں بلکہ قریب قریب تمام دنیا کے لوگ بیقرار ہو رہے ہیں ہندوستان نے اپنا پیدائشی حق حاصل کرنیکے لئے مہاتما گاندھی جی کو سپہ سالاری میں پوری ایمانداری کیساتھ پُرامن طریقہ پر سول نافرمانی کی صورت میں جنگ آزادی شروع کر دی مگر گورنمنٹ نے نہتے ہندوستانیوں کو اسکا جواب ڈنڈے اور گولی سے دیا سول نافرمانی کرنیوالوں پر تشدد کیا معنی رکھتا ہے قانون کی خلاف ورزی کرنیوالوں پر جرمانہ اور قید کا حکم دیا جاسکتا ہے

مگر مار پیٹ اور ہلاکت کا کون موقع ہے۔ قانون رو سے اس ضمن میں لاٹھی یا بید مارنے کی اجازت نہیں ہے۔ اسکے یہ معنی ہیں کہ گورنمنٹ کے افسروں نے خود قانون کی خلاف ورزی کی۔ لڑائی کے راستہ میں خون خرابہ لازمی ہے مگر ہندوستان نے اس راستہ کو اختیار نہیں کیا بلکہ اس اصول پر عمل کیا کہ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ سول نافرمانی کانگریس کا مقصد ہے یعنی چوٹ کھاؤ۔ ظلم وتشدد سہو مگر خود ہاتھ نہ اٹھاؤ۔ یہ ایک سوچنے کی بات ہے کہ ہندوستان جیسا بڑا ملک مٹھی بھر انگریزوں کے قبضہ میں کیوں ہے ہندوستانیوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے خدا پر اور اپنے آپ پر بھروسہ کر کے خوب کام کریں ہم قانون کی خلاف ورزی اگر کرتے ہیں تو اس امر کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ ہمنے ایسا کیا اور اسکی پاداش میں ہر مصیبت اٹھانیکے لئے تیار ہیں اگر ہندوستانی آزادی یا موت کے مطالبہ پر قایم رہے تو کامیابی ضرور ہوگی۔ مگر یاد رہے کہ کامیابی ہماری قوت پر منحصر ہے حکومت نے ابتک جو کچھ کیا یہ سب کچھ طاقت کے نشے میں کیا ہے۔ مگر یہ نشہ چند روزہ ہے حکومت کو زیادہ عرصے تک خوش ہونیکا موقع نہیں ملیگا۔ انگریز ہندوستان میں روپیہ جمع کرنے آئے ہیں انکا ایمان روپیہ آنہ پائی پر ہے اگر ہندوستانی تمام روپیہ انگلستان بھیجنا روک دیں تو سب باتیں یہیں ختم ہو جاتی ہیں۔ غیر ملکی کپڑے کا بائیکاٹ خود انگریزوں کے سر کو جھکا دیگا اور مانچسٹر کے لوگ بھوکے مرینگے۔ انگریزوں پر کوئی چیز اثر نہیں کرتی جبتک کہ انکی جیب پر حملہ نہ کیا جائے۔ وقت آگیا ہے کہ ہر ایک ہندوستانی قوم ملک کی خاطر نہ صرف کپڑے کا بائیکاٹ کرے بلکہ ہر ایک قسم کی انگریزی چیزوں کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے اس ایک جملہ میں سب کچھ موجود ہے۔

"آزادی یا موت" "انقلاب زندہ باد"

(عثمان حامد)

ترانۂ جنگ

از جناب مولانا ظفر علی خانصاحب

اے ملّتِ بیضا تری شوخی ہے نمودار — ہر راہ میں اب تک ترے نقشِ کفِ پا سے

اے سطوتِ کبریٰ تری تلوار کی جھنکار — سنتے ہیں یہ کان اب بھی دو عالم کی فضا سے

آفاق میں اب تک تری تقدیر کا طغرا — آراستہ ہے سرخیٔ خونِ شہدا سے

یہ سچ ہے کہ دنیائے صلیبی کی عداوت — لپٹی ہوئی ہے بن کے بلا تیرے لوا سے

گردش تری قسمت کی ہیں مُطلعیں کے پڑوتے — بجلی ترے خرمن کی ہیں پاپا کے نوا سے

ہر گوشۂ عالم میں کلیسا کے پرستار — اب تک ہیں بدستور ترے خون کے پیاسے

لیکن علمِ حق نہ جھکا ہے نہ جھکے گا — باطل کی فضاؤں میں پیمبرؐ کی دعا سے

پھر سر سے لپیٹ اس کفنِ نور کو آکے — لائے تجھے جیسے بدر کے میداں میں حرا سے

اعدا کی صفوں کو الٹ اس طرح کہ پیدا — ہو غلغلہ احسنت کا ارض اور سما سے

مرنا ہے تو مرجاؤ رہِ شاہِ دوسرا میں
ڈرنا ہے تو ڈر ایک محمدؐ کے خدا سے

تخت یا تختہ

(از جناب مولانا ظفر علیخان صاحب)

نکہتِ گُل کے عوض دوشِ صبا پر اب کی بار
بوئے جاں گلشن میں لائی ہے بہارِ انقلاب

جھومتے آتے ہیں محفل میں وہ رندِ لم یزل
جنکی آنکھوں سے ٹپکتا ہے خمارِ انقلاب

وضعِ عالم میں تغیّر کے ہویدا ہیں نشاں
جوش میں ہے جذبۂ بے اختیارِ انقلاب

پھوٹنے والی ہے آزادی کے سورج کی کرن
اُٹھ رہا ہے پردۂ شب ہائے تارِ انقلاب

خیرہ ہو جانے کو ہے بینائی استبداد کی
سر پہ آ چمکی ہے تیغ آبدارِ انقلاب

الحذر اے خرمنِ بیدادِ مغرب الحذر
مجمرِ مشرق میں رقصاں ہے شرارِ انقلاب

ہند کے چاکِ گریباں کا ہے کیا اسمیں قصور
پنجۂ یورپ ہے خود پروردگارِ انقلاب

سر بکف میداں میں آ پہنچے جوانانِ وطن
جنکی قربانی پہ ہے دار و مدارِ انقلاب

کھیلتے آئے ہیں نل کے وقت سے ہندو جوا
اُنکی یہ فطرت ہے اب رہنِ قمارِ انقلاب

گھر سے نکلے ہیں مسلماں بھی کفن باندھے ہوئے
نعرۂ تکبیر ہے مضرابِ تارِ انقلاب

ذرہ ذرہ رشکِ خورشید خاور ہو گیا
کیوں نہ ہو خاکِ وطن منت گزارِ انقلاب

خاک میں مل جائے گا سرمایہ داری کا غرور
گر یہی ہے گردشِ لیل و نہارِ انقلاب

وقت آ پہنچا کہ یا مر جاؤ یا آزاد ہو
"تخت یا تختہ" ہے حکمِ تاجدارِ انقلاب

قندِ مکرر

از جناب مولانا ظفر علیخاں صاحب

نام کار رندانہ بن منت میں بدنام نہ ہو
ظرف ہی جب نہیں عالی تو مے آشام نہ ہو

نہیں سوائے شہادت تو نہ کہلا مسلم
ہند میں جب رسوائی اسلام نہ ہو

اس سے کافر مرے نزدیک ہے سو بار اچھا
جس مسلمان کے پیش نظر انجام نہ ہو

آپ کہتے ہیں پرایوں نے کیا ہمکو تباہ
بندہ پرور کہیں اپنوں ہی کا یہ کام نہ ہو

مرغ دانا سنبھل اور دانہ کے لالچ میں نہ آ
اسکے نیچے کہیں ہم رنگ زمیں دام نہ ہو

یوں تو ہے شرم پیمبر کی انہیں بھی لیکن
جی میں ڈرتے ہیں کہ ناراض کہیں ٹام نہ ہو

جب خود اللہ بھی لوگوں کی زباں سے نہ بچا
ہم ہیں پھر کون کہ ہم پر کوئی الزام نہ ہو

نام کالوں کا زمانے سے مٹا دیں گورے
رحمت اللہ کی دنیا میں اگر عام نہ ہو

علم بخشا ہے تو دے ذوق عمل بھی یا رب
عزم ہی کیا ہے وہ جسکے لئے اقدام نہ ہو

دل ہی کیا وہ نہیں جسمیں تڑپ آزادی کی
جسکو جم کہتے ہیں وہ جم نہیں گر جام نہ ہو

استوار اپنے خدا سے ہو ہمارا رشتہ
تو کبھی بھی گلۂ گردش ایام نہ ہو

قدر عافیت

از مولانا ظفر علیخانصاحب

گر ہماری طرح تم بھی غیر کے محکوم ہو
پھر ذرا تمکو بھی قدر عافیت معلوم ہو

ظلم کو انصاف کہہ لینا تو آسان ہے مگر
قائل اس منطق کے ہم جب ہوں کہ تم مظلوم ہو

ہم بھی کیوں روح القدس کے فیض سے محروم ہیں — تم ہی کیوں پاپائے روما کی طرح معصوم ہو
بیکسوں پر لے خدا بیداد کی حد ہو گئی — تو ہی انکا دادرس یا حی و یا قیوم ہو
اپنی سنت حق نے دہرا دی بہ انداز جدید — فیصلہ ناطق تھا قرآں کا کہ غالب روم ہو

رمز استخلاف کر دیگی مرے معنی کی شرح
گر عبیر الفہم ایسا ہی مرا مفہوم ہو

(باقی صفحہ ۲)

ترانہ ٹوڈی

ہمیں کسی کی کیا پرواہ — ہم ہیں مسٹر سیٹھی شاہ
وقت انوکھا آیا رشید — دیکھے کون کا کام مجید
کس کا پیر اور کون مرید — ہم سے کس کی دید شنید

کسی کے دکھ میں کریں نہ آہ
ہم ہیں مسٹر سیٹھی شاہ

ڈی آر ٹوڈی ویری گلیڈ — کپڑا پہنیں انگلش میڈ
ڈربی شو اور ٹوپی ریڈ — ویلڈن مسٹر پبلک سبڈ

کھادی پہنیں ہم جی واہ
ہم ہیں مسٹر سیٹھی شاہ

جنے کیا صاحب سے بیر جیلوں کی ہے کرتا سیر
ہم حضور کے پڑتے پیر گھر میں رہتے ہیں بالخیر

دیش رہے چاہے ہو تباہ
ہم ہیں مسٹر سیٹھی شاہ

بڑا ہمارا رعب اور داب ملیگا سر کا جلد خطاب
عیش کرینگے مثلِ شباب کدھر عذاب اور کہاں ثواب

صاحب ہمسے کرے صلاح
ہم ہیں مسٹر سیٹھی شاہ

کرتے ہیں ٹیڈر ایجاد کہلاتے ہیں اب استاد
ملک لٹے یا ہو برباد ہم سب ٹوڈی گھر میں شاد

اب اک لیڈی کی ہے چاہ
ہم ہیں مسٹر سیٹھی شاہ
(عثمان)

وطن قید سے اب چھڑانا پڑیگا

محبت کا حلقہ بڑھانا پڑے گا کہ زنگ دوئی کو مٹانا پڑے گا
قدم راہِ حق پر جمانا پڑے گا شجاعت کا جوہر دکھانا پڑے گا

وطن کی محبت میں اے ہندیو اب — زر و مال اپنا لٹانا پڑے گا

ذرا نیند سے اب تو جاگو خدارا — بہت سوئے میداں میں آنا پڑیگا

لباس غلامی جلانا پڑے گا — وطن قید سے اب چھڑانا پڑیگا

اگر تم ہو ہندی تو یہ یاد رکھنا — کہ سر کو وطن پر کٹانا پڑے گا

ہو اگر شطے اپنے بھارت کا قصہ — تو کوئے شہیداں بسانا پڑیگا

ہیں ہندو مسلمان دونوں برادر — اب آپس میں انکو نبھانا پڑیگا

کیا ظلم جسنے ہمارے وطن پر — مزہ اسکا اُنکو چکھانا پڑیگا

انہیں خوب گولی چلانے دو یارو — ہمیں اپنا چرخہ چلانا پڑیگا

ترقی اگر چاہتے ہو وطن کی — گلا آفتوں میں پھنسانا پڑیگا

ہمیں جرمنوں کا بھی باوا سمجھنا — جو بگڑے تو لندن کو جانا پڑیگا

سنو نوجوانو یہ کہتا ہے عثماں

کہ ظالم کو نیچا دکھانا پڑیگا

بڑھو ہندیو امتحاں ہو رہا ہے

ترا ذکر سر جا بیاں ہو رہا ہے — نہاں تھا کبھی جو عیاں ہو رہا ہے

الٰہی ہمیں جلد آزاد کر دے — یہی آج وردِ زباں ہو رہا ہے

تمہارا تشدد کہاں پر نہیں ہے — یہاں ہو رہا ہے وہاں ہو رہا ہے
ہمارا ابھی حافظ ہے مرا اے ستمگر — اگر زیر خنجر رواں ہو رہا ہے
نہیں کوئی سنتا ہے آواز اپنی — مخالف ہمارا جہاں ہو رہا ہے

مزار شہیداں سے آتی صدا ہے
"بڑہو ہندیو امتحاں ہو رہا ہے" (عثمان)

چرخہ

غلامی سے ہمکو چھڑائیگا چرخہ — لٹیروں کی ہستی مٹائیگا چرخہ
پڑے سر دہنینگے ولایت کے تاجر — ادہر شان اپنی بڑہائیگا چرخہ
نہ پھر خون چوسیں گے یورپ کے پسو — ہمیں مفلسی سے بچائیگا چرخہ
وطن میں ہمارے یہ جان ڈالدیگا — بدیشی کا خاکہ اڑائیگا چرخہ
گھروں میں اسے جب چلائینگے ہندی — ولایت میں ہلچل مچائیگا چرخہ
بنائیگا ماتم کدہ مانچسٹر کا — لورپول کی گت بنائیگا چرخہ
محب وطن آج کہتے ہیں سارے — یہ سوراج ہمکو دلائیگا چرخہ

جونہی اسکا منہ ہوگا مغرب کو یارو
ہزاروں کے چھکے چھڑائیگا چرخہ (عثمان)

فکرِ وطن

کس درجہ المناک ہے طوفانِ وطن آج
برباد ہوئے آہ عزیزانِ وطن آج

ناکردہ گنہ مار دیئے سنگدلوں نے
رنگین ہوا خون سے میدانِ وطن آج

درپیش ہے اک وادیٔ پُرخارِ مصیبت
جائیں تو کہاں کہ بہ پایانِ وطن آج

ویراں ہوئے مرغانِ خوش الحان کے نشیمن
گھر زاغ و زغن کا ہے گلستانِ وطن آج

بیوائیں تڑپتی ہیں پئے نانِ شبینہ
ہیں بھوک سے بیتاب یتیمانِ وطن آج

یہ وقت ہے امداد کا امداد کریں کچھ
عثماںؔ ہیں مصیبت میں رفیقانِ وطن آج

عزمِ صمیم

نہ چھوڑیں گے ہرگز دیارِ وطن اب
ہوا اپنا سب کچھ نثارِ وطن اب

ہوئے کشتہ جانباز اپنے ہزاروں
ہے اکسیر گرد و غبارِ وطن اب

حکومت نے نہریں لہو کی بہائیں
گراں قدر ہے لالہ زارِ وطن اب

ہمارے لئے اسکے جنگل چمن ہیں
رگِ گل سے نازک ہے خارِ وطن اب

کیا ہمنے شاداب اس سرزمیں کو
بڑھایا ہے عز و وقارِ وطن اب

جو زنداں میں بیٹھا ہے کسکر لنگوٹی
بنے گا وہی تاجدارِ وطن اب

(عثمان)

مسلمانوں سے خطاب

دکھا دو جوہرِ اسلام اے مسلمانو — وقارِ قوم گیا قوم کے نگہبانو
ستونِ ملک کے ہو قدرِ عافیت جانو — جفا وطن پہ ہے فرضِ وفا کو پہچانو
نبی کے خُلق و مروت کے ورثہ دار ہو تم
عرب کی شانِ حمیت کی یادگار ہو تم

کرو خیال کچھ اسلاف کی حمیت کا — دیا تھا دشمنِ ملت کو جام شربت کا
معاملہ ہے یہاں پر وطن کی عزت کا — یہ فرض عین ہے سودا نہیں مروت کا
اگر نہ اب بھی ہو اسلام کا جگر پانی
"ہزار خندہ کفر است بر مسلمانی"

جو دب کے بیٹھ رہے سر اٹھاؤ گے پھر کیا — عدوئے قوم کو نیچا دکھاؤ گے پھر کیا
جفا و جور کی ذلت مٹاؤ گے پھر کیا — تم اپنے بچوں کو قصے سناؤ گے پھر کیا
رہیگا قول بھی اُن سے انکی ماؤں کا
لہو رگوں میں تمہاری ہے بیباؤں کا

اگر دلوں میں نہیں اب بھی جوشِ غیرت کا — تو پڑھ دو فاتحہ قومی وقار و عزت کا
وفا کو پھونک دو ماتم کرو محبت کا — جنازہ لیکے چلو قوم و دین و ملت کا

نشاں مٹا دو اُمنگوں کا اور ارادوں کا

لہو میں غرق سفینہ کرو مُرادوں کا

رہے غلام تو دولت کی جستجو کیا ہے
نثار ہو نہ وطن پر تو آبرو کیا ہے

لگا دے آگ نہ دل میں تو آرزو کیا ہے
نہ جوش کھائے جو غیرت سے وہ لہو کیا ہے

فدا وطن پہ جو ہو آدمی دلیر ہے وہ

جو یہ نہیں تو فقط ہڈیوں کا ڈھیر ہے وہ

اگر وطن کے نہ اس وقت بھی ہم آئے کام
نصیب ہوگا نہ مرنے پہ بھی ہمیں آرام

یہی کہے گا زمانہ کہ تھا برائے نام
وہ عشقِ خاکِ وطن وہ حمیت اسلام

ذرا اثر نہ ہوا قوم کے حبیبوں پر

وطن میں آج چھری چل گئی غریبوں پر

(حافظ نصیر احمد)

ہماری حالت

شاد ہیں ناشاد ہیں یا خانماں برباد ہیں
ہم سے اچھے ہیں کہ یہ وحشی و طیور آزاد ہیں

آب و دانہ سے قفس کے کچھ ہمیں الفت نہیں
بے پروبالی سے اپنی دشمنِ صیاد ہیں

ہم کیا کرتے رہے

کیا کہیں کس سے کہیں دنیا میں کیا کرتے رہے
بدعتیں ہوتی رہیں شِرک خدا کرتے رہے
اہلِ ہمت منزلِ مقصود تک آ بھی گئے
بندۂ تقدیر قسمت کا گِلا کرتے رہے

آزادیِ دل

مِٹنے والوں کو وفا کا یہ سبق یاد رہے — بیڑیاں پاؤں میں ہوں اور دل آزاد رہے
تار ہے بگڑا ہوا دل کا سنبھالوں کب تک — لے کی پابند کہاں تک مری فریاد رہے
جذبۂ حُبِ وطن سے نہ ہو خالی یہ شباب — وہ جوانی ہے جو اس شوق میں برباد رہے
شہر میں ہم ہوئے پیدا تو اسیری جھیلی — ہم سے اچھے رہے جنگل میں جو آزاد رہے
دَم سے گاندھی کے رہے شورِ وفا دنیا میں
میں رہوں یا نہ رہوں یہ چمن آباد رہے

وقت آپہنچا کہ برپا ہو نیا اک انقلاب — دورِ نظمِ زندگی بارِ دگر منظوم ہو
وقت آپہنچا کہ ہو تقسیم قوموں کی نئی — اک نئی دنیا ہو اور اس کا نیا مفہوم ہو
وقت آپہنچا کہ ہو نابود تہذیبِ جدید — ہست و بود اس کا وجود نقطۂ موہوم ہو
وقت آپہنچا کہ محنت کا ملے بندوں کو اجر — ساعت آپہنچی کہ جو خادم ہو وہ مخدوم ہو
وقت آپہنچا کہ پھر ہو زندہ آئینِ کہن — پھر بہارِ باغِ گیتی امتِ مرحوم ہو
انتم الاعلون کا غل مچ رہا ہو عرش تک — دور پرستارانِ حق کی تقدیر سے نحوس و شوم ہو